کشمیر: صدمات میں گھری جنّت!

ڈاکٹر چودھری غفران ○

کشمیر کی جنت نظیر وادی اپنی بے پناہ خوب صورتی کے نیچے کئی المیوں کو چھپائے ہوئے ہے۔ انسانی مصائب، منظم ظلم و جور اور بنیادی حقوق کی صریح خلاف ورزی، اس خطے کی پہچان بن چکے ہیں، اور اس ہر دم بڑھتے ہوئے بحران کی بازگشت بین الاقوامی برادری کے درمیان فقط سرگوشیوں کی صورت سنائی دے رہی ہے۔

کشمیریوں سے دُنیا کی لاتعلقی پریشان کن ہے کیونکہ اس سے بین الاقوامی امن اور استحکام براہِ راست متاثر ہو رہا ہے۔ پاکستان اور بھارت کے درمیان جاری اس تنازعے کو دیکھتے ہوئے اقوام متحدہ جیسے بین الاقوامی ادارے جو انسانی حقوق کے تحفظ کے لیے ہی قائم کیے گئے تھے، ایک طرف ہو چکے ہیں۔

انسانی حقوق کی سرکردہ تنظیم ایمنسٹی انٹرنیشنل (AI) کی جانب سے جاری کردہ اعداد و شمار صورت حال کی بھیانک منظرکشی کرتے ہیں۔ ۱۹۹۰ء سے لے کر اب تک ۸ہزار کشمیری جبری طور پر لاپتا، جب کہ ۶۰ ہزار سے زائد ریاستی حراست میں یا کوچہ و بازار کے اندر شہید کیے جا چکے ہیں۔ ان خوفناک اعداد و شمار کو دیکھتے ہوئے بھی بین الاقوامی برادری کا ردعمل گونگے، بہرے اور اندھوں جیسا ہے۔

مسئلہ کشمیر پر اقوام متحدہ کی قراردادیں عالمی طاقتوں کی بے حسی تلے دب کر فراموش ہو چکی ہیں۔ ان میں قرارداد نمبر ۴۷ بھی شامل ہے، جو کشمیر میں استصواب رائے کو ضروری قرار دیتی ہے۔ حق خود ارادیت بنیادی انسانی حقوق کا اہم ترین جزو ہے اور اس کے بغیر ایک پُرامن، منصفانہ اور

○ پروفیسر، یونی ورسٹی آف درہام، برطانیہ

جمہوری اصولوں پر مبنی عالمی نظام کا قیام ممکن نہیں۔ چنانچہ یہ اصول کشمیریوں کو یہ حق دیتا ہے کہ وہ اپنی سیاسی حیثیت کا فیصلہ خود کریں اور اسی کے مطابق اپنی سماجی، معاشی اور ثقافتی بہبود کے لیے کام سرانجام دیں۔

گذشتہ کئی عشروں سے یہ جنت ارضی، کشمیریوں کی نسل کشی، جبری قبضے اور زبردستی آبادکاری جیسے مسائل کو برداشت کررہی ہے، جو دنیا کی اخلاقی منافقت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ گذشتہ کچھ مہینوں سے صورتِ حال مزید خراب ہوچکی ہے۔ بھارتی حکومت کشمیریوں کو معاشی طور پر بے دست و پا کرنے اور ان کی آبادی کا تناسب بدلنے کے لیے لوگوں کے گھر، کاروبار اور کھیت کھلیان تباہ کر رہی ہے۔ خطے کی آبادیاتی ہیئت کو بدلنے کے لیے کی جانے والی یہ کوششیں نہ صرف بین الاقوامی قوانین کی خلاف ورزی ہیں بلکہ کشیدگی میں اضافے کا بھی باعث ہیں۔ ان وجوہ سے دنیا میں کشمیریوں کا احساسِ تنہائی بڑھ رہا ہے۔

من مرضی کی گرفتاریاں اور ریاستی تشدد کشمیریوں کے لیے ایک جیتی جاگتی حقیقت ہیں۔ ۲۰۲۰ء کی سالانہ رپورٹ میں 'ہیومن رائٹس واچ' (HRW) نے ان مظالم پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔ ان اقدامات کے لیے اکثر متنازعہ قسم کے قوانین کو بنیاد بنایا جاتا ہے، مثلاً قانون تحفظ عوامی یا قانون اختیاراتِ خصوصی برائے مسلح افواج۔ اس رپورٹ میں بتایا گیا ہے کہ سیکڑوں لوگ اس ظالمانہ قانون کے تحت گرفتار ہیں، جو بغیر مقدمے کے دو سال تک لوگوں کو قید رکھنے کی اجازت دیتا ہے۔

'ایمنسٹی انٹرنیشنل' اور 'اقوام متحدہ کمیشن برائے انسانی حقوق' (UNCHR) نے ان منظم ناانصافیوں، طاقت کے ناروا استعمال اور ظلم کو تفصیل سے لکھا ہے۔ لیکن اس پیچیدہ صورتِ حال کی سنگینی کا مکمل ادراک کرنے کے لیے ضروری ہے کہ اس بحران کو انسانی حقوق کے بین الاقوامی تصور کے پس منظر میں دیکھا جائے۔ کشمیر میں جو کچھ ہو رہا ہے وہ صرف ایک علاقائی تنازع نہیں ہے بلکہ یہ انسانی حقوق کی خلاف ورزی کا ایک بدترین مسئلہ ہے جو بین الاقوامی اصولوں اور قوانین کے لیے بھی چیلنج کی حیثیت رکھتا ہے۔ دنیا ایسے سنگین مسئلے کو اتنی لاپروائی اور سنگ دلی سے نظرانداز کرنے کی متحمل نہیں ہوسکتی۔ انسانی حقوق کے بین الاقوامی ضابطوں کی ساکھ تب ہی قائم رہ سکتی ہے،

جب وہ اس قسم کے بحرانوں کے خلاف مزاحمت کرتے ہوئے نظر آئیں۔

دنیا کے دیگر علاقائی مسائل پر عالمی برادری کے ردعمل کو دیکھا جائے تو کشمیر سے ان کا صرفِ نظر کرنا اور بھی واضح ہوجاتا ہے۔ مثلاً بوسنیا، مشرقی تیمور اور سوڈان میں اہداف حاصل کرنے کے لیے بین الاقوامی اداروں کا طرزعمل بالکل مختلف رہا ہے۔ ۹۰ کے عشرے کے وسط میں بوسنیائی جنگ میں تقریباً ایک لاکھ لوگ ہلاک اور ۲۲ لاکھ بے گھر ہوئے تھے۔ بین الاقوامی برادری نے فیصلہ کن طرزِعمل اختیار کرتے ہوئے دخل اندازی کی اور ۱۴ دسمبر ۱۹۹۵ء کو 'معاہدہ ڈیٹن' عمل میں آیا، جس سے امن بحال ہوا۔

اسی طرح ۹۰ کے عشرے کے آخر میں مشرقی تیمور کی زندگی بھی کشت وخوں سے عبارت تھی، جس میں ملک کی تقریباً ربع آبادی رزقِ خاک بن گئی۔ تاہم، اقوام متحدہ کی سربراہی میں شدید بین الاقوامی دباؤ کے نتیجے میں آخر مشرقی تیمور کو آزادی مل گئی۔ سوڈان کی تقسیم اور جنوبی سوڈان کے قیام کے لیے بھی بین الاقوامی برادری خصوصاً افریقا متحدہ اور اقوام متحدہ نے اہم کردار ادا کیا اور اس ملک کو خانہ جنگی سے بچایا۔

اس کے برعکس، اقوام متحدہ کی کئی قراردادوں اور بھارت کی جانب سے انسانی حقوق کی بدترین خلاف ورزیوں کے باوجود کشمیر کے مسئلہ پر بین الاقوامی ردعمل بھیانک خاموشی کے سوا کچھ نہیں ہے۔ بین الاقوامی برادری کا یہ متضاد رویہ یہاں بہت واضح طور پر دیکھا جاسکتا ہے۔ بوسنیا، مشرقی تیمور اور سوڈان کے معاملے میں جو تحریک، اتحاد اور عزم ہم نے دیکھا تھا وہ کشمیر کے معاملے میں سرے سے ناپید ہے۔

کشمیر کے متعلق دنیا کا مایوس کن رویہ اس کے دوہرے معیارات کی نشان دہی کرتا ہے۔ مغرب جو اپنے آپ کو انسانی حقوق کا رکھوالا قرار دیتا ہے، کشمیر کے مسئلے پر مکمل خاموش ہے۔ ایسے میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا دنیا کے لیے سیاسی اور معاشی مفادات کشمیریوں کے بنیادی حقوق سے زیادہ اہمیت رکھتے ہیں؟

اس وقت اشد ضرورت ہے کہ دنیا کے طاقت ور ممالک اقوام متحدہ کی قراردادوں کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے مسئلہ کشمیر کے حل کے لیے میدان میں آئیں۔ خصوصاً انگلستان تاریخی طور پر

بھی اس مسئلے کے لیے ذمہ دار ہے۔اس بحران کا آغاز ۱۹۴۷ء میں برصغیر کی غیر متوازن تقسیم سے ہوا تھا جو برطانیہ کے ماتحت ہوئی تھی۔ اس وقت دوراندیشی اور منصوبہ بندی کے مجرمانہ فقدان سے ہی بعد میں یہ سرحدی تنازع پیدا ہوا۔جس کے نتیجے میں برطانیہ کی اخلاقی اور تاریخی طور پر یہ ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ حل کے لیے عملی اقدامات کرے۔

بین الاقوامی تنظیموں اور خاص طور پر اقوام متحدہ کو مسئلہ کشمیر سے متعلق اپنی رائے منوانے کے لیے مزید ثابت قدم ہونے کی ضرورت ہے۔ کشمیر سے متعلق ان کی خاموشی کو دیکھتے ہوئے انسانی حقوق کے تحفظ کے لیے بننے والے ان اداروں کے متعلق شدید شکوک وشبہات پیدا ہو چکے ہیں۔اقوام متحدہ کے عالمی اجلاس منعقدہ ۲۰۰۵ء میں ہونے والے معاہدہ 'حق دفاع' کے مطابق یہ ادارہ اس بات کا پابند ہے کہ دنیا بھر کے انسانوں کو نسل کشی، قتل عام اور دیگر جنگی جرائم کے خلاف تحفظ مہیا کرے۔

اس معاہدے کی تیسری شق کے مطابق ''اگر ایک ریاست اپنے شہریوں کو تحفظ فراہم کرنے میں ناکام ہوجائے، تو انھیں تحفظ فراہم کرنا بین الاقوامی برادری کی ذمہ داری ہے''۔ اس سے ان جرائم کے خلاف بین الاقوامی کوششوں کی اہمیت واضح ہوتی ہے۔ اگر یہ ادارے انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں پر اسی طرح بت بنے دیکھتے رہیں، تو ان کی رہی سہی ساکھ بھی خطرے میں پڑ جائے گی۔

کشمیر کا بحران ایک انسانی بحران ہے، جو فوراً بین الاقوامی توجہ کا متقاضی ہے۔ دنیا کی خاموشی اس مسئلے سے ناواقفیت کی وجہ سے نہیں ہے، بلکہ یہ خاموشی بھارت کو اپنے اقدامات کے لیے جواز مہیا کرتی ہے۔اقوام متحدہ کو اب اپنا سکوت توڑ کر اس مسئلے کے حل کے لیے عملی کوششیں کرنا ہوں گی۔ یہ بحران اتنا شدید ہے کہ بین الاقوامی برادری کی جانب سے خانہ پُری کے طور پر کی جانے والی کوششوں سے حل نہیں ہوگا۔ اب عملی اور فیصلہ کن کوششوں کا وقت ہے، جن کے لیے انصاف اور امن کے اصولوں کو رہنما بنایا جائے، تاکہ دنیا کے اخلاقی معیارات پر مزید زد نہ پڑے۔ امن کا سفر چاہے طویل ہو لیکن اس کا آغاز ابھی سے ہوجانا چاہیے۔(ترجمہ: اطہر رسول حیدر)